© rasailojaraid.com

شمس تبریز اور مولانائے روم

(نیاز مند کے مقالہ مفصل "جلوہ گاہ رُومی" کا ایک مبحث)

شہاب

مولانا مہر محمد خاں صاحب شہاب مالیر کوٹلوی

شمس تبریز اور مولانا جلال الدین محمد مخاطب بہ رومی کے روحانی روابط ایک راز ہیں۔ شمس کی ملاقات سے پہلے مولانا ایک مدرس ایک فقیہ اور ایک مفتی یا اہلِ ظاہر میں سے ایک بڑے عالم تھے لیکن شمس کی ملاقات کے بعد پہلے مشاغل میں انقلاب آ گیا۔ اور بیشتر اوقات جذب و شوق اور وجد و سماع میں گزرنے لگے۔

شمس تبریز کے نام و نسب اور خاندان کے متعلق ہمارے سامنے کئی روایتیں موجود ہیں مثلاً:-

(۱) پہلی روایت مولانا شبلی نعمانی کی ہے۔ موصوف فرماتے ہیں کہ:-

شمس تبریز کے والد کا نام علاؤ الدین تھا، وہ کیا بزرگ کے خاندان سے تھے جو فرقۂ اسماعیلیہ کا امام تھا، لیکن انھوں نے اپنا آبائی مذہب ترک کر دیا تھا۔ شمس نے تبریز میں علمِ ظاہری کی تحصیل کی، پھر بابا کمال الدین جُندی کے مُرید ہوئے۔

(سوانح مولانا روم از علامہ شبلی صہ مطبوعہ دہلی)

اگرچہ مولانا شبلی نے اسی صفحہ کے حاشیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"دیباچۂ مثنوی نفحات میں لکھا ہے کہ شمس کا کیا بزرگ کے خاندان سے ہونا غلط ہے"

(۲) اس کے خلاف پروفیسر بدیع الزماں فروزانفر اپنی مؤلفہ سوانح مولانا روم کے صفحہ ۵۳ پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دولت شاہ کا یہ بیان نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شمس :-

"پسرِ خاوندِ جلال الدین یعنی جلال الدین حسن معروف بہ نو مسلمان از نژاد بزرگ امید کہ ما بین (۶۰۷ - ۶۱۸) حکومت الموت داشت شمرده × × × جلال الدین حسنِ نو مسلمان بنص عطا ملک جوینی جز علاء الدین محمد (۶۱۸ - ۶۵۳) فرزندِ دیگر نداشتہ"

(۳) اور خاندانِ شمس کے بارے میں یہی پروفیسر فروزانفر خود اپنی تحقیق ان لفظوں میں ظاہر کرتے ہیں کہ:-

شمس الدین محمد بن علی بن ملک داد[1] (نام و نسب بجز الرمناقب اخلاکی و نفحات الانس) از مردم تبریز بود - و خاندانِ وی هم اھلِ تبریز بودند" (شرح حال مولوی از فروزانفر ص۸۳)

(۴) اس سلسلہ میں چوتھی روایت فرقۂ نزاریہ اسماعیلیہ کی تاریخ "نور مبین حبل اللہ المتین" کی ہے جو کم قابلِ توجہ نہیں، وہ روایت بتاتی ہے کہ سلسلۂ نزاریہ اسماعیلیہ یا آغا خانی فرقہ کے امام خود جلال الدین حسن تھے، ان کے فرزند علاء الدین محمد تھے اور انہی علاء الدین محمد کے دو فرزند تھے۔ جن میں سے ایک کا نام شمس تبریز تھا۔ اور دوسرے بیٹے کا نام رکن الدین تھا، انہی رکن الدین کے ایک بیٹے شمس الدین نام کے بھی تھے جو اپنے والد ماجد امام رکن الدین کے بعد نزاری اسماعیلی الموتی سلسلہ کے امام منصوص و معصوم قرار پائے تھے۔ یہ شمس الدین جو نزاری سلسلہ کے امام ہوئے، بھتیجے تھے۔ علاء الدین محمد کے فرزند شمس تبریز کے (مفہوم ماخوذ از نور مبین ص۳۰۲ طبع اول) اسی کتاب کے اسی صفحہ پر "شمس تبریز" کے نام کے نیچے خطوط وحدانی میں لکھا ہے کہ :-

"مولانا جامی نے نفحۃ[2] الانس میں ان کا اسماعیلی سلسلہ میں ہونا بیان کیا ہے"

اور اسی صفحہ پر رکن الدین کے بیٹے شمس الدین کے نام کے نیچے خطوط وحدانی میں لکھا ہے کہ :-

"الموت کے انہدام سے آذربائیجان ضلع میں اماموں نے اپنا مسکن بنایا"

---

[1] مجلس ترقی ادب" لاہور کی شائع کردہ سوانح مولانا روم مصنفہ علامہ شبلی اور مرتبہ جناب سید عابد علی عابد لاہوری کے حاشیہ ص۲۳ پر (ڈاکٹر) شفق (ایرانی کے قول کے مطابق) شمس کا نسب نامہ یہ بتایا گیا ہے "شمس الدین بن علی بن ملک مراد تبریزی" شہاب

[2] مولانا جامی کی کتاب کا صحیح نام "نفحات الانس" ہے۔ شہاب۔

© rasailojaraid.com

(۵) اسی کتاب "نورِ مبین" کے صفحہ ۶۴ پر امام شمس الدین (سنِ امامت ۶۵۴ھ تا ۷۱۰ھ) کے حال میں لکھا ہے کہ:-

> "حضرت شمس تبریز جو مولانا جلال الدین رومی کے مرشد مشہور ہیں، وہ حضرت امام شمس الدین محمد سے علیحدہ ہیں۔ چونکہ یہ سلسلہ اصل اسماعیلی خاندان سے جدا نہیں اور جو سادات بدخشاں میں ہوئے ہیں وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔"

خط کشیدہ عبارت کا مطلب مجھ پر کھلا نہیں، تاہم اتنا ضرور واضح ہے کہ مولانا روم کے "مرشد" یا "محبوب" "شمس تبریز" اور اسماعیلیوں کے "امام شمس الدین محمد" دو الگ الگ بزرگ ہیں، ہمارے مولانا شبلی شمس تبریز کو علاؤالدین کا فرزند بتاتے ہیں، یہ نزاری اسماعیلی فرقہ کی تاریخ کے مطابق ہے۔ دولت شاہ نے شمس تبریز کو جلال الدین کا فرزند بتایا ہے، اسے مولانا شبلی اور فروزانفر عطا ملک جوینی کی سند سے صحیح تسلیم نہیں کرتے، اس لئے کہ فروزانفر کے نزدیک جلال الدین کا علاؤالدین کے سوا کوئی اور بیٹا تھا ہی نہیں، اسی کے ساتھ فاضل فروزانفر شمس کو وطناً تبریزی اور اصلاً ایک اور ہی ایرانی تبریزی خاندان کا فرد ظاہر کرتے ہیں اور نزاری اسماعیلی تاریخ "شمس تبریز" کے اسماعیلی "امام" ہونے سے انکار کرتی ہے، اگرنزاریوں اماموں کے خاندان سے "مرشدِ رومی شمس تبریز" کا کوئی رشتہ ہے یا نہیں، اس بارے میں پیشِ نظر نزاری تاریخ کا بیان کم سے کم میرے لئے صاف نہیں، پھر بھی اتنا جانتا ہوں کہ اسلام کے اسماعیلی مدرسۂ فکر کی جو دو بڑی شاخیں ہیں، مستعلوی اور نزاری ان میں سے نزاری شاخ "الموت" کے باطنی امامت کی ظاہر ریاست کی نمائندہ بھی اور ہے۔ اسی شاخ کے زندہ امام آج آغا کریم بن علی سلمان بن سلطان محمد خلی مرحوم معروف بہ ہز ہائی نس آغا خان ہیں۔

نزاریوں میں تمام خیر و علم و معرفت و روحانیت و قدرت و جلال کا مرکز اور تجلیات الٰہی کا مظہر صرف "حاضر امام" کی ذاتِ خاص ہوتی ہے۔ "امام حاضر" کے مقابلہ میں "امام" کے بھائیوں، بہنوں، چچاؤں حتیٰ کہ امام حاضر کے جسمانی باپ کی بھی کوئی روحانی حیثیت نہیں ہوتی، اس لئے شمس کے خاندان کے سلسلہ کا جاننا علمی حیثیت سے مفید ہو سکے تو ہو سکے ورنہ ان کے "امام زادہ" ثابت ہو جانے سے بھی روحانی حیثیت سے مسئلہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زعیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، ہاں خود شمس کا مسلک کیا تھا؟ اس کا معلوم ہونا ضروری ہے، کہ اس سے بہت سے حقائق بے نقاب ہوسکتے ہیں، رہا کسی مسلک سے کسی شخص کا تائب ہونا یا کسی اور سلسلہ میں داخل ہوجانا، یا کسی بزرگ کا مرید ہونا، یا کسی علمی و روحانی مسلک کا مداح ہونا۔ یہ محض اضافی باتیں ہیں، مجرد کلیات کو چھوڑ کر، فروع اور جزئیات میں کسی مسلک سے اتفاق و اختلاف ہمیشہ جزوی ہی ہوا کرتا ہے۔ خواہ وہ جزو کتنا ہی اہم ہو، مگر ہوتا جزوی ہے، کلی اختلاف بھی کہنے کی بات ہے نہ ہوا ہے نہ ہوسکتا ہے اس کی مثالوں سے ماضی سے حال تک کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ ایسا اتفاق و اختلاف ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے مثلاً جلال الدین کے "نو مسلمان" ہونے کے بارے میں پروفیسر فروزانفر شرح حال مولانائے روم کے ص۵۳ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ :-

"علت شہرتِ او (یعنی جلال الدین حسن) بنو مسلمان آن بود کہ وے بگفتۂ مورخین از طریقت آبا خود (یعنی از مسلک اسماعیلیت یا باطنیت) دست کشیدہ جانب شرع وظواہر مسلمانی را نامرعی نمیگذارد و بدین سبب از بغداد باسلام او حکم کردند و ائمۂ اسلام برصحت آن فتوی نوشتند" رجوع شود بجلد سوم جہاں کشائے جوینی ضمیمۂ کا ھنامے ۱۳۱۲ھ طبع طہران ص۱۳۰"

ظاہر ہے کہ جب الموت کی سیاسی طاقت ٹوٹ گئی تب کسی طاقت کو مردوں کو مارنے کی ضرورت نہ تھی۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اسماعیلی نزاریوں کی روحانی امامت کا سلسلہ اب تک جاری ہے، ہم نے مرحوم ہز ہائنس سر آغا خان کو دیکھا تھا اور ان کے متعلق یہی پڑھا تھا کہ جب بھی وہ بمبئی میں ہوتے تھے تو وہ خود اپنے مریدوں کو عید کی نماز اپنی امامت میں ہاتھ چھوڑ کر پڑھاتے تھے، ایسی ہی عید کی نماز باجماعت کی تصویریں ان کے سلسلہ کی مطبوعہ تاریخ " نور مبین " میں موجود ہیں، اور جب مرحوم پیرس میں ہوتے تو مراکشی امام صلوٰۃ کے پیچھے موقع بموقع جمعہ و عیدین کی نماز پڑھا کرتے تھے اور اب انکے جانشین آغا کریم کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے دادا کے بعد اپنی جماعت کی امامت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد۔ اگر آپ بمبئی میں ہیں اور جمعہ کا دن ہے تو آپ نے بمبئی کی جامع مسجد میں شافعی امام کی اقتداء میں جمعہ کی نماز کا فریضہ ادا کیا ہے۔ اب رہے خود مولانائے روم وہ عرفانیات میں شمس تبریز کے مرید ہوں یا نہ ہوں لیکن ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عشق و شوق میں سرشار ضرور تھے۔ اور فقہاء زمان کے برخلاف، ملاقات شمس کے بعد اکثر و بیشتر اوقات وجد و سماع میں محو رہا کرتے تھے، شمس ظواہر کی قید سے آزاد تھے اور مولانا سماع و وجد کے ساتھ ساتھ نماز روزہ کے پابند اور فقہی مسائل میں مسلک سیدنا امام ابوحنیفہؒ کے پیرو تھے، چنانچہ اسی سلسلہ میں پروفیسر فروزانفر کہتے ہیں کہ:-

"مولانا (روم) از علماءِ حنفیہ و در فروع مذہب از پیروانِ امام اعظم ابوحنیفہ بود و تربیتِ وی در مدارسِ حنفیان دست داد و خاندانش ہم مذہب حنفی داشتند" (شرح حال مولانا از فروزانفر صفحہ ۱۶۵)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۴ پر یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"وقتی سلطان ولد (فرزند مولانائے روم) شایستگی تحصیل یافت مولانا او را بہمراہی برادرش علاء الدین روانۂ دمشق کرد تا در آن شہر بفرا گرفتن علوم اشتغال ورزد و بنا بر بعضی روایات خود ھدایۂ فقہ (تالیف برھان الدین ابی بکر مرغینانی) را بدو درس دادہ بود"

اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۵ کے حاشیہ میں افلاکی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:-

"(حسام الدین) چلپی ارموی بود و شافعی مذہب بود، روزی در بندگی مولانا گفت می خواہم کہ بعد الیوم اقتدا بمذہب ابوحنیفہ کنم از آنکہ حضرت خداوندگار (یعنی مولانائے رُوم) حنفی مذہب است، و ما اکنون در بارۂ مذہب مولانا کہ بگفتۂ او: ؎

مذہب عاشق ز مذہبہا جدا است ❊ عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

بحث نمی کنیم و مقصود ما آنست کہ بدانیم او (یعنی مولانائے روم) در فروعِ مذہب حنفی بودہ است و برین سخن ادلۂ بیشمار اقامت توان کرد۔"

مولانا روم اور ان کے خاندان کی حنفیت اس درجہ کی تھی کہ بقول فاضل فروزانفر ۷۱۲ھ میں جب سلطان ولد کی وفات ہوئی تو ان کے خلیفہ عارف چلپی ہوئے۔

"و او برای ارشاد خدا بندہ بمذہب سنت و ترک تشیع[۱] با یران سفر گزید و درو دیار

---

[۱] آپ نے دیکھا کہ مولانا رُوم کے پوتے حضرت عارف چلپی قونیہ سے ایران کا سفر اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ
(باقی ۳۵۹ پر دیکھئے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بسلطانیہ مصادف گردید یا مرگِ خدابندہ " (سوانح مولانا روم از پروفیسر فروزانفر صفحہ ۱۹۰)

مولانا ئے روم کے ظاہر و باطن کی یہ روش، کسی قسم کی کمزوری یا نعوذ باللہ کسی قسم کی زمانہ سازی پر مبنی نہ تھی، بلکہ ان کے دلی یقین کی مظہر تھی، کیونکہ مولانا اپنی روشِ زندگی میں نہایت صاف گو اور دو ٹوک بات کرنے کے عادی تھے، چنانچہ فروزانفر ہی کا بیان ہے کہ :-

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۸) ہلاکو خاں کا وہ جانشین جو اپنے آبا کے دین سے الگ ہو کر " خدا بندہ " کے نام سے اسلام کے شیعی مدرسۂ فکر کی طرف مائل ہو گیا تھا اسے حنفی مدرسۂ فکر کے حلقہ میں لے آئیں ۔ کیوں ؟ آپ کو معلوم ہے کہ مغلوں نے بلخ و بخارا کو پامال کر دیا تھا، وہاں کی حکومت یا حکومتوں کا آئین حنفی فقہ کی تعبیر شرع اسلامی کے مطابق تھا ۔ مولانا روم کا خاندان اسی دار و گیر کے زمانہ میں بخارا سے ہجرت کر کے ترکی میں آ گیا تھا ۔ یہاں کے فرمانروا سلجوقی ترک تھے ، ان کی ریاست کا قانونِ اسلامی بھی فروع میں حنفی فقہ کے مطابق ہی تھا ۔ اگرچہ خدا بندہ مسلم تھا ۔ وہ ایلخانی بادشاہوں میں سے آٹھواں اور چنگیز خاں کی نسل میں چھٹا بادشاہ تھا، اس کا اصلی نام جایتو تھا ۔ یہ لوگ مسلمان ہو گئے تھے ۔ اور خود یہ بادشاہ ایک فقہی مسئلہ کے پیشِ نظر ایک شیعی مجتہد کی تقلید کرنے لگا تھا ۔ اس بادشاہ کا دوسرا بھائی غازان اہلِ سنت میں سے تھا، لیکن ان بلخی اور بخاری مہاجروں کو ڈر تھا، اور حتماً ترکی کے سلجوقی حکمرانوں کو بھی خوف ہو گا کہ موجودہ سیاسی مخالفت کو سقیفۂ بنی ساعدہ کے ساڑھے سات سو سال قبل کے طے شدہ جھگڑے کو زندہ کر کے اور ایک نیا لباس پہنا کر کوئی تازہ سیاسی خلفشار نہ کھڑا کر دیا جائے ۔ اس لئے وہ کسی " شیعہ " کو " سنی " بنانے نہیں بلکہ ملک کا امن بحال رکھنے کے لئے وہاں گئے تھے ۔ اگرچہ اعلیٰ روحانی قدروں کا انکار نہیں ۔ مگر میرا خیال ہے کہ یہ سفر ضرور سیاسی اہمیت کا ہو گا ۔ اب آپ اسی نقطۂ نظر سے غور کیجیے کہ اس دور میں اسلامی ممالک کہنے کو " شیعہ و سنی " کے دو دھڑوں میں بٹے ہوئے تھے ، مگر واقعہ یہ ہے کہ ماضی میں ہر آزادی خواہ پُر ولولہ جماعت نے اپنی سیاسی ہستی کے قیام و بقا کیلئے کوئی ایک نام اختیار کر رکھا تھا ، اس لئے ہر اسلامی ملک نام کو کچھ بھی سہی ، اسلام ہی کے آئین کا پیرو تھا مگر باہم ایک دوسرے سے امتیاز قائم رکھنے کے لئے قرآنی آئین کو اپنے ماحول کے حسب حال کسی آزادانہ تعبیر کے مطابق کوئی خاص نام دیکر اپنی آزادی یا دوسروں سے بے نیازی کا اعلان کرتا تھا ۔ مغرب کے اسلامی ملکوں میں حکومتِ اسلام فقہ مالکی کے نام سے اور مصر وغیرہ میں فقہ شافعی کے نام سے ، یمن میں فقہ زیدی کے نام سے اور بعض عربی ممالک کے بعض حصوں میں فقہ حنبلی کے نام سے اور کچھ اسلامی ملکوں میں فقہ حنفی کے نام سے حکومتیں چلتی رہی ہیں ۔ جہاں شیعہ اسماعیلیوں یا اثنا عشریوں کا زور ہوا انھوں نے اپنے ہاں کی فقہ یا آئین کو شیعہ یا اسماعیلی یا جعفری یا کسی ایسے ہی اور نام سے اپنی اپنی حکومتوں کا کاروبار چلایا ۔ امتیازی حیثیت سے ان کا نام کچھ بھی سہی مگر ان سب کا اساسی قانون قرآنِ حکیم ہی تھا اور ان حکومتوں کے آئین اپنی اپنی مخصوص روایات یا ان کے ذہنوں کی کاوش کے مظہر تھے ۔ یہی کچھ ماضی میں ہوتا تھا اور یہی کچھ اب بھی ہو رہا ہے ۔ قرآنِ حکیم کی تعبیرات کا سدِ باب نہیں ہو گیا نہ ہی ہو سکتا ۔ علمِ دین یا تفقہ فی الدین چار فقہاء

(باقی صفحہ ۳۶۰ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

از ہیچ کس در اظہار طریقہ و عقیدۂ خود محابا نداشت و با ہماں پشت گرمی کہ بخورشید حقیقت داشت بی ہیچ بیم و ترسی یکتنہ در برابر اصلِ ظاہر بقدم جد ایستاد و بوحدت و یگانگی و رفع اختلاف و ترکِ صورت و توجہ بمعنی و سازش با ہمۂ مذاہب و عشق بجمال و کمالِ مطلق دعوت کرد۔" (احوال زندگانی مولانا روم از فروز انفر ص۵۸-۱۵۷)

یہی وجہ ہے کہ مولانا اعلان فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"من با ہفتاد و سہ مذاہب یکی ام"

(احوال زندگانی مولانا روم از فروز انفر ص۱۵۳)

مطلب یہ کہ قانونی امور میں یا معاملاتِ باہمی میں ملک کے قانون حنفی کی پیروی کی جاتی تھی اور معنویات میں حقائق و معارفِ الہٰی کی بے حدی کی سیر ہوا کرتی تھی۔

میں عرض کروں گا کہ بظاہر شمس تبریز ظواہر کے پابند نہ تھے اور اس کے خلاف مولانائے روم ظواہرِ شرع اور قانونی امور میں فقہ حنفی کے پیرو کار تھے، اور ذاتی رنگ میں سماع و وجد میں محو رہتے تھے، اُن کی حالت گویا اس شعر کی مصداق تھی ؎

درکفی جامِ شریعت درکفی سندانِ عشق ٭ ہر ہوسناکی نداند جام و سنداں باختن

نظر آرہا ہے کہ مولانا کی زندگی اور ان کے روزمرّہ کے مشاغل میں شمس کی ملاقات کے بعد جو انقلاب آیا، اس سے سماج میں، خاندان میں، مسجد و مدرسہ میں تہلکہ مچ گیا، چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں، نہیں بلکہ زبانوں کی تلواریں بے نیام ہوگئیں، چاروں طرف سے وار ہونے لگے، یہ ڈھنگ دیکھ کر شمس خاموشی سے روپوش ہوگئے، اِدھر مولانا کی بیتابی بڑھ گئی، عزیزوں نے مجبور ہو کر کھوج لگایا کہ شمس دمشق میں ہیں، مولانا نے

(بقیہ حاشیہ ص۳۵۹) یا چودہ سو علماء پر ختم نہیں ہوگیا۔ انسان بڑھ رہا ہے اور ذہنی و روحانی بلندیوں پر چڑھ رہا ہے۔ آج قرآنی و احادیثی و فقہی سرچشمے خشک نہیں ہوگئے۔ جب انسانیت تشنہ ہے تو اس تشنگی کی سیرابی کا سامان بھی ہونا چاہئے۔ اس لئے بحرِ حقیقت کے شناوروں کی ضرورت ہے، یعنی ایسے حقانی علماء و ذی بصیرت کی جو ان الہٰی نور و ہدایت کے سرچشموں سے عہدِ حاضر کے تشنہ کاموں کی سیرابی کا سامان مہیا کرسکیں۔ شہاب مالیر کوٹلوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے بڑے فرزند سلطان ولد کو خط اور نذرانہ دے کر منالانے کے لئے شمس کے پاس بھیجا۔ وہ دمشق میں شمس کی خدمت میں حاضر ہوئے، آداب بجالائے، اور مولانا کا نامۂ شوق اور نذرانہ پیش کیا۔ جواب میں:۔

شمس مسکرائے۔ ع

بہ دام و دانہ نگیرند مرغِ دانا را

پھر فرمایا کہ ان خزف ریزوں کی ضرورت نہ تھی، مولانا کا پیام کافی ہے۔ چند روز تک اس سفارت کو مہمان رکھا۔ پھر دمشق سے سب کو لے کر روانہ ہوئے۔ تمام لوگ سواریوں پر تھے۔ لیکن سلطان ولد کمالِ ادب سے شمس کے رکاب کے ساتھ، دمشق سے قونیہ تک پیادہ آئے، مولانا کو خبر ہوئی۔ تو تمام مریدوں اور حاشیہ بوسوں کو ساتھ لیکر استقبال کو نکلے اور بڑے تزک و احتشام سے لائے۔ مدت تک بڑے ذوق و شوق کی صحبتیں رہیں"

(سوانح مولانا روم از مولانا شبلی مطبوعہ دہلی ص۱۰-۱۱)

مولانا عبدالماجد بالقابہ اپنی مرتبہ و شائع کردہ فیہ ما فیہ کے مقدمہ میں بعنوان تذکرہ (مولانا جلال الدین روم ص۱۸-۱۹) فرماتے ہیں:۔

شمسؒ اور رومیؒ کے تعلقاتِ باہمی آج تک ایک طلسم بنے ہوئے ہیں۔ اور دونوں کی پہلی ملاقات نیز باہمی تعلق کی بابت جو عجیب و غریب افسانے عام زبانوں پر ہیں......

بعض تذکرہ نویسوں نے حضرت شمس کے ساتھ مولانا کی بڑھی ہوئی گرویدگی محبت و عقیدتمندی کو دیکھ کر شمس کو آپ کا پیر و مرشد لکھ دیا ہے، لیکن اس سے قطع نظر کرکے یہ خیال قدیم ترین تذکروں سپہ سالار و مناقب کی تصریحات کے برخلاف ہے، خود مولاناؒ کا بھی ایک مقولہ اس تعلقِ باہمی کی نوعیت پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہے، فرماتے ہیں کہ:۔

"علماءِ ظاہر، اخبارِ رسول کے عالم ہیں۔ شمس تبریز اسرارِ رسول کے حامل ہیں اور میں انوارِ رسول کا مظہر ہوں" (مناقب۔ ذکر شمس تبریزیؒ)

اس میں شبہ نہیں کہ مثنوی اور اس سے بھی بڑھ کر دیوانِ غزلیات میں مولانا نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک دو جگہ نہیں، بکثرت حضرت شمس تبریز کا نام اس ذوق و شوق اور جوش و عقیدت سے لیا ہے کہ گویا اپنے پیرو مرشد کا ذکر کر رہے ہیں، مثنوی میں (ہے)

شمس تبریزی کہ نورِ مطلق ست ÷ آفتاب ست وزانوارِ حق ست

یا دیوانِ غزلیات کا ایک شعر ہے

پیرِ من، مریدِ من، دردِ من، ودوائے من ÷ فاش بگویم ایں سخن شمس من وخدائے من

(مقدمہ فیہ ما فیہ مرتبہ مولانا عبدالماجد دریابادی ص۱۹)

پھر مولانا عبدالماجد اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:-

یہ اندازِ بیان مولانا کے طبعی جوش و خروش، بیخودی و وارفتگی کا نتیجہ ہے۔ اور تنہا شمس کے ساتھ اس کی تخصیص نہیں، بلکہ اپنے مخصوص اربابِ صحبت میں سے جس کسی کا بھی ذکر فرماتے ہیں۔ وفورِ جوش و فرطِ محبت سے بیخود ہو جاتے ہیں۔"

(فیہ ما فیہ نسخۂ ماجدی کا مقدمہ ص۱۹-۲۰)

مولانا عبدالماجد کا یہ ارشاد بالکل مطابقِ واقعہ ہے، کہ مولانا رومی کا جذب و شوق جو شمس کے نام پر جوش میں آیا کرتا تھا۔ وہی جذب و شوق شمس کے بعد صلاح الدین زرکوب اور حضرت زرکوب کے بعد حضرت حسام الدین چلپی کے نام و ذکر و شہود میں ظاہر ہوتا تھا۔ مولانا روم تجلیاتِ الٰہی کو مخلوقات کے اشرف ترین نمونہ انسان اور انسانوں میں سے کسی ایک انسان مثلاً شمس تبریز یا صلاح الدین زرکوب یا حسام الدین چلپی کے وجود اور ہستی میں ملاحظہ کرنے لگے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یوں کہہ لیجئے کہ شمس ایک علامتِ خاص یا ایک آیتِ الٰہی کے درجہ پر فائز تھے۔ جب شمس کا سورج غروب ہوا تو صلاح الدین زرکوب کا طواف ہونے لگا اور زرکوبی کی دوکان کی ٹک ٹک یا دبقول فروزانفر وغیرہ) تق تق" پر پہروں بازار میں رقص و وجد ہوتا تھا۔ صلاح الدین کے بعد نورِ الٰہی کا مظہر آپ کو حسام الدین کا وجود دکھائی دینے لگا۔ حسام الدین چلپی ہی وہ بزرگ ہیں، جن کی تحریک پر مولانا روم نے اپنی غیر فانی مثنوی معنوی تصنیف فرمائی، اس کتاب کی پہلی اٹھارہ بیتیں خود مولانا کے قلم کی لکھی ہوئی ہیں۔ اور باقی پوری کی پوری کتاب کی چھؤں جلدیں مولانا روم کی املا کرائی ہوئی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جنھیں حضرتِ حسام الدین چلپی نے قلم بند کیا۔

مولانا کے وجد و سماع کی جو حالت تھی، اس کا اثر عقیدت کیشوں پر کیسے نہ ہوتا۔ شمس کے لئے مولانا کی بے تابی کا جو رنگ تھا وہ ظاہر ہی ہے۔ صلاح الدین کی بھی یہی حالت تھی۔ جب ان کے اس عالم سے سفر کا وقت آیا تو انھوں نے آخری وصیت کی کہ ان کی تجہیز و تکفین کس طرح کی جائے۔ اُن کی وفات کے بعد مولانا نے ان کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا، اور دوسروں سے بھی کرایا۔ اس داستان کو فاضل محترم پروفیسر فروزانفر کے قلم سے ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت صلاح الدین زرکوب نے وصیت کی کہ :-

درجنازۂ وی آئینِ عزا معمول ندارند و اورا کہ بعالمِ عُلوی اتصال یافتہ واز مصیبت خانۂ جہان رہا شدہ برسمِ شادی و سرور با خروشِ سماع دل کش بخاک سپارند۔ مولانا (رومی) بیامد و سرِ مبارک (صلاح الدین زرکوب) را باز کردہ نعرہ ہا میزد و شورہای کرد و فرمود تا نقارہ زنان بشارت آوردند و از نفیرِ خلقان قیامت برخاستہ بود وہشت جوق گویندگان در پیشِ جنازہ میرفتند و جنازۂ شیخ را اصحابِ کرام برگرفتہ بودند و خداوندگار (مولانائے روم) تا تربتِ بہاء ولد (یعنی والد ماجد خودش) چرخ زنان و سماع کنان میرفت و در جوارِ سلطان العلماء بہاء ولد بعظمتِ تمام دفن کردند"

(سوانح مولانا از فروزانفر بحوالۂ ابیات ولدنامہ سلطان ولد فرزند مولانا ص۱۱)

مولانا کا جذب و شوق اور وجد و حال طبعی و اضطراری تھا اور آپ کے ہمعصر مسترشد بھی اسی رنگ میں سرشار تھے، مگر بعد میں محض ایک تقلیدی رسم رہ گئی۔ چنانچہ ہمارے مولانا شبلی نعمانی مرحوم و مغفور فرماتے ہیں کہ :-

(مولویہ فرقہ کے لوگ) حلقہ باندھ کر بیٹھتے ہیں۔ ایک شخص کھڑا ہو کر، ایک ہاتھ سینہ پر اور ایک ہاتھ پھیلائے ہوئے۔ رقص شروع کرتا ہے۔ رقص میں آگے پیچھے بڑھنا ہٹنا نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک جگہ جم کر متصل چکر لگاتے ہیں۔ سماع کے وقت دف اور نے بھی بجاتے ہیں.....

...... مولانا (روم) پر ہمیشہ ایک وجد اور سکر کی حالت طاری رہتی تھی .... وہ اکثر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جوش کی حالت میں ناچنے لگتے تھے۔ مُریدوں نے تقلیداً اس طریقے کو اختیار کیا۔ حالانکہ یہ ایک غیر اختیاری کیفیت تھی۔ جو تقلید کی چیز نہیں" (سوانح مولانا روم از مولانا شبلی ص ۱۷)

جو چیز مولانا کے لئے غیر اختیاری تھی وہی چیز مریدوں کے لئے اختیاری رسم اور طرۂ امتیاز بن گئی۔ یہ جو کچھ فرقہ مولویہ میں ہوا وہی تمام دینی روحانی اور علمی اور سیاسی تحریکوں میں ہوا کرتا ہے۔ بقول اقبال ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی

اور اسی حکیم مشرق اور پیرو مولانائے روم نے یہ بھی کہا ہے کہ :- ؎

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل ؛ لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

دین و آئین خشک منطق بھی نہیں۔ اور ہر انسان کو جذبات کا کھلونا بھی نہیں ہو جانا چاہئے۔ ساری کشمکش یہی ہے کہ عقل کی کارفرمائی کہاں تک ہونا چاہئے اور جذبات کی کہاں تک؟ مولانا کا مسلک آپ کے سامنے ہے۔ اگر ہندو اپنے مُردوں کو اسی نقطۂ نظر سے باجے بجاتے ہوئے مرگھٹ لے جاتے ہیں۔ یا باجے اور جھانجھ کے ساتھ آرتی اتارتے ہیں۔ تو ہمیں یا کسی اور کو بھی اعتراض کیوں ہو، یہ ان کی رسمِ دینی ہے، وہ اُس کے بجالانے میں حق بجانب ہیں۔ ہم اذان دیتے ہیں، مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، یہ ہمارا طریق بندگی ہے، کسی کو حق نہیں کہ ہمیں ہمارے طریقے کے خلاف کام پر ہمیں مجبور کرے یا ہماری نماز میں روک ڈالے۔ اور اسی طرح ہمیں بھی حق نہیں کہ کسی کو مجبور کریں کہ وہ اپنا طریق چھوڑ کر، ہمارا طریق اختیار کرے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ پوجا پاٹھ یا بندگی و عبادت خدا کی رضا اور ایشور کی بھگتی کے لئے ہو۔ باہمی طور پر دوسروں کو ہرانے جتانے کے لئے نہ ہو۔ اور اس کا معاملہ زمین پر قانونِ حکومت کے ہاتھ میں یا انسانی ضمیر کی آواز کے قبضہ میں ہے، یا آسمانی طاقت اور مقلب القلوب کے قبضۂ اقتدار میں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب مولانائے رُوم کا انتقال ہوا۔ تو شہر قونیہ کے یہودی اور عیسائی بھی آپ کے جنازے کے ساتھ ساتھ گریہ کناں چل رہے تھے، کسی نے اُن سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو جواب ملا کہ اگر تمہیں مولانا میں شانِ محمدی نظر آتی ہے تو ہمیں آپ میں شانِ موسوی و مسیحائی دکھائی دیتی ہے، اگر باہمی مختلف مذہبی اور سماجی تقریبوں اور رسموں کو مختلف جماعتیں اسی نقطۂ نظر سے دیکھنے لگیں تو کسی غیر مذہب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بزرگوار کے جنازہ کو کندھا دینے والے سے توبہ کرانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آسکتی،

فاضل محترم پروفیسر بدیع الزماں نے اپنی کتاب سوانح مولانا، روم جلد اول کی فصل سوم، جس کا عنوان ہے "دورۂ انقلاب و آشفتگی" کے ص۵۲ سے ص۹۹ تک شمس تبریز کے حالات اور مولانا کے تعلقات کی تحقیق و تفتیش کے لئے وقف کردیئے ہیں۔ اور متقدمین کی اکثر مشہور روایات کو نقل کر کے ان کو جانچا اور پرکھا ہے۔ شمس کے خاندان کی تحقیق کے بعد (جسے ہم اوپر نقل کرآئے ہیں) ان کے دینی یا روحانی یا عارفانہ مسلک کے متعلق لکھا ہے کہ:-

مولانا شمس الدین بعد و د ظاہر بی اعتناء بر سوم پشت پازدہ و از مجردان چالاک این راہ ...... بودہ است در مقامِ تجرید و تفرید کہ حقیقت آن در مرحلۂ معاملات۔ صرف نظر از خلق و توجہ بخالق است۔ بتمام و کمال ہمت وصاحب این مقام راپس از رعایت دقائق اخلاص اندیشۂ رد و قبولِ عام نباشد...... شمس الدین در طریقِ عالم بہمہ ہمت روی بنقطہ و مرکز حقیقت آوردہ و از پسند و ناپسندِ کوتاہ بینان گذشتہ و رعایتِ حدود و رسومِ مسجد و خانقاہ را کہ آن روزہا سرمایۂ خودفروشی و خویشتن بینی بعضی از کم ہمتان زہد نماے جاہ پرست بشماری رفت ترک گفتہ بود، و در عالمِ لاحدی و فضائے آزادگی بروصال ہمت می کشاد۔

در مرحلۂ تعلیم و تعلم ہم بتوقف بر روایتِ گفتار گذشتگان و قناعت بقال قال حدثنا کہ مبناے بیشتر علماے آن عہد است، عقیدہ نداشت و می گفت ہر کس باید از خود سرچشمۂ زایندۂ دانش باشد، و اندیشۂ قطرہ مثال را بدریاے بی پایان و خشک ناشوندۂ کمال پیوستہ گرداند۔ و بگفتار کسان کہ بر اندازۂ نصیبِ خود از حقیقت، سخن راندہ اند، خویش را از شہودِ حق برونق نصیبی کہ دارد محروم نسازد۔

چنانچہ روزی در خانقاہ نصرۃ الدین وزیر اجلاسی عظیم بود و بزرگی را بشیخی تنزیل میکردند ز جمیع شیوخ و علماء و عرفا و امرا و حکما حاضر بودند و ہرکسی در انواع علوم و حِکَم و فنون کلمات می گفتند و بحثہا می کردند۔ مگر شمس الدین در کنجی مراقب گشتہ بود، از ناگاہ برخاست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واز سرِ غیرت بانگی برایشان زد کہ تا کے از این حدیثہا می نازید - یکی درمیانِ شما از حدثنی قلبی عن ربی خبری نگوئید - این سخنان کہ می گویند از حدیث و تفسیر و حکمت وغیرہ سخنانِ مردم آن زمان است کہ ہر یکی در عہدی بمسند مردی نشستہ بودند واز دردِ حالاتِ خود معانی می گفتند وچون مردانِ این عہد شمائید اسرار و سخنانِ شماکو ونظر بہمیں عقیدہ مولانا (روم) را نیز از خواندن ومطالعۂ کلماتِ بہاء ولد (پدر بزرگوار مولانا روم) بازمی داشت - زیرا بطوری کہ از اخبار مستفاد است - می خواست کہ مولانا بمطالعۂ کتاب و اسرار عالم کہ با تکاملِ علم ہنوز ہم بشر سطری از صفحات بیشمار آن را بپایان نرسانیدہ مشغول شود وفکر گرم رو خویش را پابست گفتار قید مانند این وآن نکند"

(از احوالِ زندگی مولانا جلال الدین محمد از فروزانفر ص ۵۸ تا ۶۰)

ان حالات کی روشنی میں میرا ناقص خیال یہ ہے کہ حضرت شمس تبریز کا تعلق خاندانی یا اعتقادی اسمٰعیلی نزاری خاندان ومسلک سے رہا ہو یا نہ رہا ہو - جب تک اُن کی ذہنی وروحانی کیفیت کو نہ سمجھا جائے مولانائے روم کی دونوں حالتوں کو سمجھ لینا آسان نہیں - اسرار رومی کی کنجی حضرت شمس ہیں، شمس کی روشنی مولانا کی ذہنی وقلبی وروحانی زندگی کے جن جن گوشوں پر پڑی ہو یا پڑ رہی ہو - ان کا مطالعہ ازبس ضروری ہے، اگر یہ راز کھل جائے تو معلوم ہوگا کہ

نجات

نہ محض ظاہر کی قید میں ہے نہ مطلق ظاہری قیود سے آزادی میں - بلکہ

نجات

قدرِ مشترک کی تلاش یا اعتدال کی راہ میں ہے اور وہی صراطِ مستقیم ہے -

صراطِ مستقیم (انگریزی)

انگریزی زبان میں اسلام کی صداقت پر ایک معزز یورپین نومسلمہ خاتون کی مختصر اور بہت اچھی کتاب - محترمہ خاتون نے اپنے اسلام قبول کرنے کے مفصل وجوہ بھی تحریر کئے ہیں -

قیمت ایک روپیہ پچاس نئے پیسے -

ملنے کا پتہ :- مکتبۂ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

© rasailojaraid.com